سنتِ رسولؐ

(شیخ مصطفی السباعی)

صحابہ کا سفر برائے حدیث | شیخینؓ کے آخری دور تک حدیث صحابہ کرام کے سینوں میں ہی محفوظ رہی، اس وقت تک اس کی اشاعت باہر کے ملکوں میں بہت زیادہ نہ ہو سکی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ صحابہؓ کرام کو بغیر کسی شدید مصلحت کے مدینہ منورہ سے باہر جانے کی اجازت نہیں دیتے تھے مدینہ منورہ کے اندر بھی اسے اچھی طرح فروغ حاصل نہ ہو سکا کیونکہ حضرت عمرؓ کی حکمت عملی یہ تھی کہ قرآن پر زیادہ سے زیادہ توجہ صرف کی جائے اور روایت کم سے کم کی جائے تاکہ لوگ اس میں زیادتی نہ کرنے لگیں اور اس کا سلسلہ خطأ اور وہم دونوں سے پاک رہے۔

لیکن جب حضرت عثمانؓ کا دورِ خلافت آیا تو انہوں نے صحابہ کو مدینہ منورہ سے باہر جانے کی اجازت دے دی، اور چونکہ اجلّہ صحابہ کی تعداد روز بروز گھٹتی جا رہی تھی اور عام مسلمانوں کو دین سیکھنے کے لیے صحابہ کی شدید ضرورت تھی، بالخصوص کم پایہ صحابہ کو، اس لیے موخر الذکر صحابہؓ اسی ضرورت کے پیش نظر اوّل الذکر سے حدیثیں جمع کرنے کی مہم میں مصروف ہو گئے، اور اسی مہم کے سلسلہ کی ایک کڑی صحابہ کا سفر برائے حدیث بھی ہے۔ امام بخاریؒ، احمدؒ، طبرانیؒ اور بیہقیؒ نے جابرؓ بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ "مجھ تک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ایک صحابی کے حوالے سے پہنچی، مگر میں نے خود یہ حدیث حضور سے براہِ راست نہیں سنی تھی، لہٰذا میں نے ایک اونٹ خریدا اور اس پر کجاوہ کس کر مسلسل ایک ماہ تک سفر کرتا رہا، یہاں تک کہ منزلِ مقصود یعنی شام پہنچا، یہاں آنے پر معلوم ہوا کہ وہ صحابی عبداللہ بن انیس انصاری ہیں، میں نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے آپ کے حوالہ سے مظالم کے بارے میں ایک حدیث سنی ہے، مگر چونکہ براہِ راست سننے کا موقع نصیب نہیں ہو سکا تھا ــــ اور موت کا کیا ٹھکانا ــــ اس لیے حاضرِ خدمت ہوا ہوں"

انہوں نے فرمایا:-

"میں نے آنحضورؐ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ "لوگ قیامت کے دن ننگے بے سروسامان اور گونگے جمع کیے جائیں گے . . . . الخ"

اسی طرح بیہقیؒ اور ابن عبدالبرؒ نے عطاء بن ابی رباح سے روایت کی ہے کہ ابوایوبؓ انصاری نے عقبہ بن عامر کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محض ایک حدیث کی خاطر سفر کیا، جب ابوایوبؓ ہاں پہنچے، تو سب سے پہلے مسلمہ بن مخلد انصاری سے ملاقات ہوئی، مسلمہ اس وقت مصر کے امیر تھے، انہوں نے بڑھ کر حضرت ابوایوبؓ انصاری سے معانقہ کیا اور فرمایا کہ کیونکر آنا ہوا؟ ابوایوبؓ انصاری نے جواب دیا کہ "ایک حدیث کی جستجو میں، جو ستر مومن سے متعلق ہے" مسلمہ نے کہا کہ جی ہاں، میں نے آنحضورؐ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ "من ستر مومنا فی الدنیا علی کربته، ستره اللہ یوم القیامة" (جس شخص نے کسی مومن کی پردہ پوشی دنیا میں کی، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کے دن پردہ پوشی کریگا)۔ یہ حدیث سننے کے بعد حضرت ابوایوبؓ فوراً اپنی سواری پر سوار ہوئے اور مدینہ منورہ کا رُخ کیا اور اس شان بے نیازی کے ساتھ کہ جو تحفہ مسلمہ نے ان کی خدمت میں بھیجا تھا، وہ انہیں مصر کے علاقے عرلیش میں ملا۔

اس طرح احادیث کی روایت کو وسعت حاصل ہونے لگی اور لوگوں کی نظریں پہلے سے بدرجہا زیادہ اہتمام کے ساتھ صحابہ کی طرف منعطف ہونے لگیں۔ تابعین میں یہ جذبہ پوری شدت کے ساتھ محسوس کیا جانے لگا کہ صحابہ سے ملکر، ان کے سینوں کے اندر محفوظ علم کو، ان کی زندگی ہی میں منتقل کر لینا چاہیے۔ اسی جذبہ و شوق کا یہ اثر تھا کہ اس زمانہ میں کسی صحابی کا کسی شہر میں پہنچ جانا اس امر کے لیے کافی ہوتا تھا کہ شہر کے تمام لوگ ان کے ارد گرد بھیڑ کی صورت میں جمع ہو جائیں، اور انگلیاں اشارہ کرنے لگیں کہ یہ ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی۔

صحابہ میں سے کچھ لوگ کثرتِ روایت میں مشہور ہیں، یا تو طولِ صحبت کے باعث، مثلاً عبداللہ بن مسعودؓ، یا آپ کی مسلسل خدمت کے سبب، جیسے انسؓ بن مالک، یا آپ کے نجی حالات سے واقفیت کے سبب، مثلاً عائشہ صدیقہؓ، یا آپ کی حدیث پر زیادہ اہتمام اور توجہ صرف

کرنے کے باعث مثلاً: عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عمروؓ اور ابوہریرہؓ، حالانکہ پہلے دونوں حضرات بہت کم سن تھے اور حضرت ابوہریرہؓ بہت دیر سے ایمان لائے تھے۔ ان حالات میں لوگ صحابہؓ سے بلا کسی شک یا تردد کے حدیثیں سنتے تھے اور خود صحابہ بھی ایک دوسرے سے سنتے اور اسے کوئی قابلِ اعتراض چیز نہ سمجھتے۔ اس زمانہ تک حدیثِ نبوی جعل و تدلیس سے محفوظ تھی اور جھوٹ بولنے والے اور جھوٹی روایتیں گھڑنے والے پیدا نہیں ہوئے تھے۔ یہ حالت اس وقت تک قائم رہی جب تک فتنے برپا نہیں ہوتے تھے، لیکن جس وقت فتنے اُٹھ کھڑے ہوتے تو مسلمانوں کی زندگی کا رُخ ہی بدل گیا اور یہی ان کے سیاسی انحطاط کا نقطۂ آغاز بھی ثابت ہوا۔

موضوع احادیث کی ابتداء سنہ ۴۰ھ تک احادیث کذب و وضع سے بالکل محفوظ اور پاک و صاف رہیں، لیکن اسی سنہ سے ان میں زیادتی شروع ہوئی اور سیاسی اغراض اور فرقہ بازیوں کے لیے استعمال ہونے لگیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت علیؓ اور معاویہؓ کا اختلاف پورے شباب پر تھا، اور اس نے ایسی خانہ جنگی کی صورت اختیار کر لی تھی، جس میں لاتعداد نفوس کا خون ہوا، مسلمان مختلف قسم کی فرقہ بندیوں میں مبتلا ہو گئے، سوادِ اعظم حضرت علیؓ کا حامی تھا اور حضرت معاویہؓ سے نالاں تھا، خوارج حضرت علیؓ اور حضرت معاویہ دونوں کو برسرِ غلط سمجھنے لگے تھے، حالانکہ اس سے پہلے وہ کٹر قسم کے تشیع پسند تھے، آل بیت کا ایک گروہ حضرت علیؓ کی شہادت اور معاویہؓ کی خلافت کے بعد، استحقاقِ خلافت کا دعویدار بن کر اُٹھ کھڑا ہوا تھا، اور اموی حکومت کی نافرمانی پر آمادہ ہو گیا تھا۔ بڑی ہی تلخ اور افسوسناک حقیقت تو یہ ہے کہ اس فرقہ بندی نے دین کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا اور دین کے اسی غلط تصور نے مسلمانوں کے اندر گروہی عصبیت اور تفرقہ کا مرض پیدا کر دیا۔

ہر گروہ یا فرقہ اس کوشش میں مصروف ہو گیا کہ وہ اپنے اختیار کردہ مسلک کی تائید میں قرآن و حدیث سے استدلال کرے، اور یہ کسی طرح ممکن نہ تھا کہ قرآن اور حدیث مختلف اور متضاد مسلکوں کی حمایت کریں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ تمام پارٹیوں نے قرآن مجید کو من مانا استعمال کرنا شروع کر دیا اور سنت کو بھی وہ معانی پہنائے جانے لگے، جو قطعاً اس سے جوڑ نہیں کھاتے تھے۔ اور

اپنی بات منوانے یا دعوٰی کی تائید میں آنحضورؐ کی طرف بالکل جھوٹی باتیں منسوب کی جانے لگیں۔ مگر قرآن ان گروہوں کی دست برد سے محفوظ رہا، اس لیے کہ قرآن حفظ اور کثرتِ تلاوت و روایت کے سبب اس طرح کے خطرات و تصرفات سے بالکل مامون ہو چکا تھا۔

غرضیکہ یہیں سے احادیث میں کذب و وضع کا آغاز ہوا اور صحیح حدیثیں موضوع حدیثوں میں خلط ملط ہو گئیں۔ اوّل اوّل حدیث وضع کرنے والوں نے جس مضمون کی حدیثیں گھڑیں وہ سب کی سب فضائلِ اشخاص سے متعلق ہیں، ان لوگوں نے اپنے اماموں اور اپنی پارٹیوں کے لیڈروں کی فضیلت و شان میں بے شمار حدیثیں گھڑ ڈالیں۔ اور سب سے پہلے جس گروہ نے اس حرکت کا ارتکاب کیا وہ شیعہ حضرات تھے، ایک شیعی عالم ابن ابی الحدید نے، شرح نہج البلاغہ میں اس حقیقت کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے :-

"فضائل کی احادیث میں جھوٹ کی ابتدا شیعہ حضرات کی جانب سے کی گئی . . . . الخ"

لیکن جاہل اہلِ سنت نے بھی ان کا جواب کذب و افترا ہی سے دیا۔

حدیث میں وضع کا عمل کس دور سے شروع ہوا

ہمارے لیے یہ تصور کرنا کسی طرح بھی ممکن نہیں کہ صحابہؓ، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جان و مال سے فدا تھے اور جنہوں نے اسلام ہی کے لیے اپنے وطن عزیز اور اقرباء کو خیر باد کہہ دیا تھا اور جن کے رگ و ریشہ میں خدا کی محبت اور خوف خون کی طرح سرایت کیا ہوا تھا، وہ آنحضور صلعم پر بہتان طرازی سے کام لیں گے، خواہ اس کے اسباب کچھ ہی کیوں نہ ہوں، خصوصاً جبکہ ان کے محبوب نجات دہندہ رسول (صلی اللہ وسلم) کے اس قول کا ان کے اندر عام چرچا تھا: "ان کذبا علیّ لیس ککذب علی احد، ومن کذب علیّ متعمّدا فلیتبوّأ مقعدہ من النار" "مجھ پر بہتان طرازی سے کام لینا، عام آدمی پر بہتان باندھنے سے مختلف ہے، جو شخص قصداً میری طرف جھوٹ منسوب کریگا اسے آگ میں اپنی قرارگاہ متعین کر لینی چاہیے"

صحابہ کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ — آنحضورؐ کی حیاتِ مبارکہ اور اس کے بعد کے زمانہ میں — ان کے اندر خدا کا خوف اور تقوٰی اس قدر قوی اور شدید تھا کہ وہ خدا اور اس کے رسول پر

افتراپردازی کی جرأت نہیں کرسکتے تھے، بلکہ ان کے اندر شریعت اور اس کے احکام کو اپنانے اور اس سے مدافعت کے شدید ترین جذبات موجزن تھے، اور ان کی یہ دلی تمنا ہوتی تھی کہ جو کچھ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، اس کو من وعن لوگوں تک پہنچا دیں، اس راہ میں وہ بڑے سے بڑا خطرہ مول لینے کے لیے تیار رہتے تھے، چنانچہ جب کسی گورنر یا خلیفہ کو دین سے روگرداں ہوتے دیکھتے تو بلا کسی خوفِ ملامت یا سزا کے بروقت ٹوک دیتے :-

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ بن الخطاب کھڑے خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، جب وہ اس مقام پر پہنچے کہ " ایھا الناس لا تغالوا فی مھور النساء لو کان مکرمۃ عند اللہ لکان اولٰی کم بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم " (اے لوگو! مہر مقرر کرنے میں اعتدال پسندی سے کام لو، اس لیے کہ اگر زیادہ مہر مقرر کرنا خدا کے نزدیک باعثِ عزّ و شرف ہوتا، تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس شرف کے سب سے زیادہ مستحق اور سزاوار تھے) یہ سن کر فوراً ایک عورت مجمع سے کھڑی ہو کر بولی کہ اے عمرؓ جلد بازی نہ کرو، اللہ ہم کو ایک حق عطا فرماتا ہے اور تم ہم سے وہ حق چھین لینا چاہتے ہو۔ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ فَاِنْ اٰتَیْتُمْ اِحْدٰىھُنَّ قِنْطَارًا ..... الخ۔ (اگر تم میں سے کوئی کسی عورت کو مالِ کثیر عطا کر دے ..... الخ)۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ایک مرد نے اپنی رائے میں ٹھوکر کھائی اور ایک عورت کی رائے صائب نکلی۔ حضرت ابوبکرؓ نے جب مرتدین اور مانعینِ زکوٰۃ سے جنگ کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا، تو حضرت عمرؓ نے ان سے باقاعدہ بحث و مباحثہ کیا اور استدلال میں یہ حدیث پیش کی کہ " اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ الناس حتیٰ یقولوا لا الٰہ الا اللہ، فاذا قالوھا عصموا منی دماءھم واموالھم الا بحقھا وحسابھم علی اللہ " مجھے حکم ملا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کریں اور جب وہ یہ اقرار کرلیں گے تو وہ جان و مال مجھ سے محفوظ کرلیں گے الا یہ کہ جب مال کا حق متقاضی ہو ایسا کرنے کا اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کی دلیل یہ تھی کہ حدیث میں " الا بحقھا " کے الفاظ بھی آئے ہیں اور زکوٰۃ اس ضمن میں شامل ہے۔ غور کیجیے اس مکالمہ پر حضرت عمرؓ وہ شخص ہیں جنہوں

نے سقیفہ بنی ساعدہ کی نزاع کے موقع پر سب سے پہلے حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی یہ اس بات کا مکمل ثبوت ہے کہ وہ حضرت ابو بکرؓ کی فضیلت اور اولیت کے معترف تھے، مگر یہ اعتراف برتری اور بزرگی ان کی آزادانہ اظہار رائے میں مزاحم نہیں ہوا۔

حضرت عمرؓ فاروق کے عہد کا ایک واقعہ عام طور پر مشہور ہے کہ انہوں نے ایک حاملہ زانیہ کو رجم کرنے کا فیصلہ کر دیا۔ حضرت علیؓ نے ان سے اختلاف رائے کرتے ہوئے فرمایا کہ "لان جعل الله لك عليها سبيلا فانه لم يجعل لك على ما بطنها سبيلا۔ اللہ نے آپ کو اس (عورت) پر حد کا اختیار بخشا ہے مگر اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے، اس پر نہیں"۔ حضرت عمرؓ پر اپنی رائے کی غلطی واضح ہو گئی اور انہوں نے فوراً ہی اس فیصلہ کو منسوخ کر دیا اور فرمایا کہ "لولا علی لھلك عمر۔ اگر اس وقت علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

ایک مشہور صحابی ابو سعید نے مروان گورنر مدینہ کی اس حرکت پر کہ اس نے خطبہ کو عید پر مقدم رکھا، شدید احتجاج کیا اور برملا اس کی اس حرکت کو خلاف سنت قرار دیا۔

امام ذہبی کی روایت کے مطابق حجاج بن یوسف ایک دفعہ کھڑا خطبہ دے رہا تھا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اثنائے خطبہ میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ "دشمن خدا نے حرم کی بے حرمتی کی، بیت اللہ کا تہس نہس کیا اور خدا کے مقرب بندوں کو قتل کیا"۔ ذہبی ہی کی روایت کے مطابق حجاج نے ابن زبیر پر کلام اللہ بدلنے کا الزام لگایا، حضرت ابن عمرؓ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ تم جھوٹے ہو، نہ ابن زبیر کلام اللہ کو بدل سکتے تھے اور نہ تم ہی ایسا کر سکتے ہو"۔ حجاج نے اپنے معروف گستاخانہ لہجے میں کہا کہ "آپ بوڑھے ہو چکے ہیں"۔ ابن عمرؓ بلا کسی جھجک کے بولے "اگر تم دوبارہ غلطی کرو گے، تو میں بھی تم کو دوبارہ ٹوکوں گا"۔

اس طرح کے بے شمار واقعات سے تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں، ان سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ صحابہؓ حق گوئی میں کس قدر بے باک واقع ہوئے تھے اور حق کی مدافعت میں کتنے جانثار اور حق کے بارے میں کس طرح کسی رشتہ، قرابت یا دوستی کی کوئی رعایت نہیں کرتے تھے۔

ایسے لوگوں کا کسی دنیوی لالچ یا خود غرضی کے سبب آنحضور کی طرف جھوٹ منسوب کرنا محال اور ناممکن ہے، اس لیے کہ جھوٹ تو وہ لوگ بولا کرتے ہیں جنہیں اندیشۂ سُود و زیاں ہو، بلکہ صحابہؓ کے لیے تو یہ بات بھی ناممکن تھی کہ آنحضور کی طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کر دی جائے اور وہ خاموش سنتے رہیں۔ ان لوگوں کا حال تو یہ تھا کہ وہ بعض لوگوں کی اجتہادی غلطی پر بھی چیخ پڑتے تھے جو بہر حال محلِّ نظر ہوتی ہے، چہ جائیکہ صریح جھوٹ منسوب کر دیا جائے۔

اس ضمن میں صحابہ نے خود جو کچھ فرمایا ہے وہ بھی ملاحظہ فرما لیجیے بیہقی نے براء سے روایت کی ہے کہ "ہم میں سے ہر شخص، کاروباری مصروفیتوں کے باعث، آنحضور سے براہِ راست احادیث کا استفادہ نہیں کر سکتا تھا، لیکن اس زمانہ میں لوگ جھوٹ بولنا نہیں جانتے تھے اور براہِ راست حدیثیں سننے والا دوسروں کو سنا دیتا"۔

بیہقیؒ ہی نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ حضرت انسؓ نے ایک مرتبہ ایک حدیث بیان فرمائی، سننے والے نے دریافت کیا کہ کیا آپ نے یہ حدیث آنحضورؐ سے براہِ راست سنی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ "یقیناً، اس لیے کہ اگرچہ میں نے براہِ راست نہیں سُنی ہے، مگر ایک ایسے شخص سے سنی ہے، جو کبھی جھوٹ نہیں بولتا، واللہ ہم نہ جھوٹ بولتے تھے اور نہ یہ جانتے تھے کہ جھوٹ کیا بلا ہوتی ہے"۔

ان شواہد کے بعد اس شک کے لیے کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ صحابہ کے زمانہ میں جھوٹ بولا جا سکتا ہے اور یہ بات بھی محلِ نظر نہیں رہ جاتی کہ صحابہ ایک دوسرے پر کامل اعتماد رکھتے تھے، ان کے درمیان بعض فقہی اختلافات تو ہوتے تھے، مگر یہ اختلافات کبھی اساسی نہیں بلکہ کسی دینی معاملہ میں توجیہہ و تاویل کی نوعیت کے ہوتے تھے، ان لوگوں کو محض حق کی طلب تھی۔

تابعین کے عہد کے بارے میں بھی بلا کسی تردد کے یہ بات کہی جا سکتی ہے، کہ ان کے زمانہ میں جھوٹ یا وضعِ حدیث کا فتنہ بعد کے زمانہ کی بہ نسبت بہت ہی کم تھا، اس کا سبب ایک تو یہ تھا کہ اس وقت آنحضور صلعم کے مرتبہ و مقام کا احترام و تقویٰ و تدیّن کے اثرات پہلے زمانہ کے

مقابلہ میں قوی تر تھے، اور دوسرا سبب یہ تھا کہ اس وقت سیاسی اختلافات ابھی ابتدائی حالت میں تھے، اس لیے وضع حدیث کے محرکات محدود تھے اور اس کے علاوہ ایک سبب یہ بھی تھا کہ اس وقت خود صحابہؓ اور دین کا علم رکھنے والے عادل و بیدار محتاط و متحفظ تابعین موجود تھے اور ان کے ہوتے ہوئے کذابوں کی دال نہیں گل سکتی تھی، بلکہ ان کی ذلیل حرکتوں اور سازشوں کا بھانڈا ہر وقت پھوٹ جاتا تھا، یا کم از کم ان کی اس طرح کی تگ و تاز محدود ہو جاتی تھی۔

احادیث میں وضع کے اسباب ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے آخری زمانۂ خلافت اور حضرت علیؓ کے پورے عہدِ خلافت میں جو سیاسی اختلافات رونما ہوئے وہی حدیث میں کذب و وضع کے اصلی اسباب ہیں۔ اور ہم یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ سب سے پہلے اس کام کی جرأت شیعہ نے کی، چونکہ عراق ان کا مرکز تھا، اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہی وہ پہلا مقام تھا جہاں حدیثیں وضع کی گئیں۔ اسی حقیقت کی طرف بعض ائمہ نے اشارہ کیا ہے، امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے یہاں سے جو حدیث ایک بالشت لمبی نکلتی تھی، عراق سے واپس آکر اسی حدیث کا طول ایک گز ہو جاتا تھا۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ: "عراق ٹکسال ہے، جہاں حدیثیں سکّے کی طرح ڈھال کر ملک میں رائج کر دی جاتی ہیں"۔

جہاں وضع حدیث کا سب سے بڑا سبب سیاسی اختلاف تھا، وہاں کچھ دوسرے چھوٹے چھوٹے اسباب بھی ہیں جن کا موضوع احادیث کے رواج پانے میں کافی دخل ہے، ہم بالاجمال ان کا تجزیہ کرتے ہیں۔

۱۔ سیاسی اختلافات کم و بیش تمام ہی فرقے آنحضورؐ کی طرف جھوٹ منسوب کرنے کی گندگی میں ملوث تھے، لیکن شیعہ یا رافضہ اس معاملہ میں سب سے پیش پیش تھے، امام مالکؒ سے شیعہ کے بارے میں استفسار کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ "نہ ان سے بات چیت کرو اور نہ ان سے حدیث روایت کیا کرو، یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔ شریک بن عبداللہ جو معتدل قسم کے تشیع پسند تھے، فرماتے ہیں کہ "میں ہر شخص سے حدیث سنتا اور قبول کر لیتا ہوں، سوائے شیعہ کے، اس لیے کہ یہ لوگ حدیث گھڑ کر اس کو دین کا درجہ دے دیتے ہیں"۔ حماد بن سلمہ نے فرمایا کہ مجھ سے ایک رافضی سردار نے کہا کہ "ہم جب کہیں اکٹھے ہوتے

اور کوئی چیز پسند آجاتی، تو اُسے حدیث بنا کر مشہور کر دیتے" امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ "میں نے رافضہ سے زیادہ جھوٹے لوگ نہیں دیکھے" ان لوگوں کی بے شمار تصنیف کردہ احادیث میں سے چند یہاں درج کی جاتی ہیں۔ موضوع احادیث میں سے ایک شاہ کار ملاحظہ ہو، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلعم جب حجۃ الوداع سے واپس تشریف لا رہے تھے، تو راستے میں ایک مقام غدیر خُم نامی آیا، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ لیا اور صحابہ کے درمیان کھڑے ہو کر فرمایا:۔

هذا وصيي واخي والخليفة من بعدي، فاسمعوا له واطيعوه " یہ، یعنی علی ——میرے ولی عہد اور بھائی اور میرے بعد ہونے والے خلیفہ ہیں، لہٰذا ان کی سننا اور اطاعت کرنا"۔ یہ حدیث بلاشبہ رافضہ کی ایجاد ہے۔ ایک دوسری حدیث ملاحظہ ہو۔ من اراد ان ينظر الى ادم في علمه والى نوح في تقواه والى ابراهيم في حلمه والى موسى في هيبته والى عيسى في عبادته، فلينظر الى عليٍّ۔ جو آدمؑ کے وسعتِ علم، نوحؑ کے تقویٰ، ابراہیمؑ کی بردباری، موسیٰ کے جلال اور عیسیٰ کی عبادت کا مشاہدہ کرنا چاہے، اسے علیؓ کی طرف دیکھ لینا چاہیے۔

ایک دوسری حدیث: انا ميزان العلم وعلي كفتاه والحسن والحسين خيوطه وفاطمة علاقته والائمة منا عمود توزن فيه اعمال المحبين لنا والمبغضين لنا "میں علم کی ترازو ہوں، علیؓ اس کے دونوں پلڑے ہیں، حسن اور حسین اس کی ڈوریاں ہیں، فاطمہ اس ترازو کا قبضہ ہیں اور ہمارے خاندان کے ائمہ اس کی ڈنڈی، اس ترازو میں ہم سے محبت اور بغض کرنے والوں کے اعمال تولے جائیں گے"۔ ایک اور حدیث ہے: حب عليٍّ حسنة لا يضر معها سيئة وبغضه سيئة لا ينفع معها حسنة " علیؓ سے محبت کرنا ایسی نیکی ہے جو ہر برائی کا کفارہ بن سکتی ہے اور ان سے بغض کرنا ایسی برائی ہے جس کا کفارہ کوئی نیکی نہیں بن سکتی۔ ان سب نمونوں سے نادر نمونہ ملاحظہ ہو: لما اُسري بالنبي اتاه جبريل بسفرجلة من الجنة، فاكلها، فعلقت السيدة خديجة بفاطمة - فكان اذا اشتاق الى رائحة شمّ فاطمة " جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج ہوئی تو حضرت جبریل آپ کے پاس ایک سیب لائے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے اسے تناول فرمایا، اور اسی کے اثر سے حضرت خدیجہؓ کو حضرت فاطمہؓ کا حمل قرار پاگیا۔ جب کبھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جنت کا شوق فرماتے، تو حضرت فاطمہؓ کو سونگھ لیا کرتے" اس "حدیث" میں وضع اور کذب کی علامتیں بڑے بھونڈے طور سے نمایاں ہیں، کیونکہ حضرت فاطمہؓ معراج سے پہلے پیدا ہو چکی تھیں اور حضرت خدیجہ نماز فرض ہونے سے پہلے وفات پا چکی تھیں اور یہ امر متفق علیہ ہے کہ نماز معراج کے وقت فرض کی گئی۔

شیعہ نے حضرت علیؓ اور آل بیت کی مدح اور تعریف ہی میں حدیثیں نہیں وضع کیں، بلکہ بشمار احادیث ایسی بھی وضع کیں جن سے واضح طور پر صحابہؓ اور خصوصیت کے ساتھ شیخین اور بہر آور دہ صحابہؓ کی مذمت اور تنقیص ہوتی ہے، اور ان حضرات نے اس باب میں اس حد تک غلو کیا ہے کہ سابق الذکر شیعی مصنف ابن ابی الحدید کو اس موقع پر اپنے موقف کی وضاحت کے لیے حسب ذیل صفائی پیش کرنی پڑی: "وہ ناخوشگوار واقعات جن کا ذکر شیعہ حضرات کرتے ہیں، مثلاً حضرت فاطمہ کے گھر کی طرف چھچھوندر کا چھوڑنا، یا یہ کہ حضرت عمرؓ نے ان کو (حضرت فاطمہ) اتنے زور کا کوڑا مارا کہ وہ ان کے (حضرت فاطمہ کے) بازو میں بازوبند کی طرح لپٹ گیا، یا یہ کہ حضرت عمرؓ نے ان (حضرت فاطمہ) کو دروازے اور دیوار کے درمیان اس زور سے دبا دیا کہ وہ اپنے ابا جان (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دہائی دے کر چیخنے لگیں۔ یا یہ کہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ کی گردن میں پھندا ڈال کر ان کو گھسیٹنے لگے، حضرت فاطمہؓ ان کے پیچھے دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھیں اور حضرت حسنؓ اور حسینؓ بھی رو رہے تھے" اس کے بعد مصنف مذکور اس نوع کے بہت سے دوسرے واقعات کا ذکر کرنے کے بعد لکھتا ہے: "یہ تمام واقعات ہمارے نزدیک بے بنیاد ہیں اور ہمارے ہم مذہبوں میں سے کوئی بھی ان کو تسلیم نہیں کرتا، اور نہ محدثین کو اس قسم کی روایتوں کی کوئی خبر ہے۔ یہ صرف شیعہ حضرات کی کارگزاری ہے۔ حضرت معاویہؓ کے متعلق بھی ان لوگوں نے نہایت توہین آمیز حدیثیں گھڑی ہیں۔ مثلاً "جب تم معاویہ کو میرے منبر پر دیکھنا تو قتل کر دینا" یا "حضرت معاویہ اور عمرو بن العاص دونوں کی تنقیص میں، مثلاً: "اللھم ارکسھما فی الفتنۃ ودعھما فی النار دعا۔"

واقعہ یہ ہے کہ رافضی گروہ نے احادیث وضع کرنے میں خطرناک حد تک تجاوز کیا ہے خلیل نے اس صورتِ حال کا نقشہ اپنی کتاب "الارشاد" میں ان الفاظ میں کھینچا ہے: "رافضی فرقہ نے اہلِ بیت کی فضیلت میں تقریباً تین لاکھ احادیث وضع کی ہیں" اگرچہ خلیل کے اس قول میں مبالغہ ہے مگر اس سے یہ بات تو ضرور ہی ظاہر ہوتی ہے کہ ان لوگوں نے حدیثیں بہت کثرت سے گھڑیں ایک مسلمان ٹھٹک کر رک جاتا ہے اور سوچنے لگتا ہے کہ آنحضورؐ پر یہ جرأت! . . . اگر وہ یہ جانتا ہو کہ رافضی گروہ تقریباً تمام کا تمام عجمی تھا اور اس نے محبتِ آلِ بیت کا ڈھونگ صرف اس لیے رچایا تھا کہ اس طرح وہ اسلام کے محکم شیرازہ کو بکھیرنے میں کامیاب ہو جائے گا . . . ان کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی تھے جو اگرچہ ایمان لا چکے تھے، مگر ابھی ناپختہ ذہن و ایمان تھے اور ابھی ان کے اندر سابقہ مشرکانہ عقائد و محرکات موجود تھے، ان سے یہ بعید نہ تھا کہ وہ اپنے دل میں چھپے ہوئے کسی جذبہ کے اظہار کے وقت، آنحضورؐ کی طرف جھوٹ بات منسوب کر کے، اپنی بات کو مقبول بنائیں، جذبات کے اظہار کا یہ طریقہ بالکل جاہلانہ اور طفلانہ ہے۔

ایک طرف تو یہ لوگ تھے، دوسری طرف فرقۂ اہلِ سنّت کے جاہل عوام تھے، جو ان سے دست و گریباں ہو گئے اور انہیں ہتھکنڈوں کے ساتھ جو شیعہ استعمال کرتے تھے، اُدھر جھوٹ کو تقویت حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا گیا، تو اِدھر سے بھی اس کا جواب جھوٹ ہی کے ذریعہ دیا گیا، اگرچہ اس دوسرے گروہ کا جھوٹ اول الذکر سے محدود اور بہت ہی کم تھا۔ ان لوگوں کی ایک حدیث ملاحظہ ہو: "ما فی الجنۃ شجرۃ الا مکتوب علیٰ ورقۃ منھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، ابوبکر الصدیق، عمر الفاروق، عثمان ذوالنورین۔ جنت کے ہر درخت کے ہر پتے پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، ابوبکر الصدیق، عمر الفاروق، عثمان ذوالنورین، لکھا ہُوا ہے۔

اسی طرح معاویہؓ اور بنو امیہ کے طرفداروں نے بھی اپنی حمایت میں کچھ حدیثیں گھڑیں، مثلاً: "اُلامناء ثلاثۃ انا وجبریل ومعاویہ۔ میں، جبریل اور معاویہ تین ہی افراد ہیں جو امانتدار ہیں"۔ یا مثلاً: انت منی وانا منک "تم میرے ہو، اے معاویہ اور میں تمہارا ہوں"۔ یا مثلاً: لا افتقد

فی الجنۃ الا معاویۃ فیاتی آنفا بعد وقت طویل، فاقول من این یا معاویۃ، فیقول من عند ربی یناجینی واناجیہ، فیقول ھذا بما نیل من عرضك فی الدنیا۔ جنت میں مجھے صرف معاویہ کی تلاش ہوگی، معاویہؓ ایک طویل وقفہ کے بعد مجھ سے ملیں گے، میں معاویہ سے کہوں گا کہاں سے آرہے ہو؟ معاویہؓ جواب دیں گے، اپنے رب کے حضور سے، میرا رب مجھ سے سرگوشیاں کر رہا تھا اور میں اس سے۔ آنحضورؐ فرمائیں گے۔ یہ مقامِ بلند تمہیں اس لیے حاصل ہوا کہ دنیا میں تمہاری تنقیص کی گئی تھی۔"

اسی طرح عباسیوں کے مؤیدین نے بھی اپنی پوزیشن مضبوط بنانے کے لیے جھوٹی حدیثوں کا سہارا لیا۔ چنانچہ علی کرم اللہ وجہہ کی وصایہ کے مقابلہ میں عباس رضی اللہ عنہ کی وصایہ کا دعویٰ کر دیا اور آنحضورؐ کی طرف یہ جھوٹی حدیث منسوب کر دی گئی: "العباس وصیی ووارثی عباس میرے جانشین اور وارث ہیں۔" اس گروہ کا سفید جھوٹ ذیل کی حدیث ہے: "اذا کان سنۃ خمس وثلاثین ومائۃ فھی لك ولولاك، منھم السفاح والمنصور والمھدی۔ جب ۱۳۵ھ آئے گا، تو وہ تمہاری اور تمہاری اولاد کی حکومت کا دور ہوگا، ان حکمرانوں میں سفاح، منصور اور مہدی قابلِ ذکر خلفاء ہیں۔

کیا خوارج بھی حدیثیں گھڑتے تھے؟ علماء حدیث کی رائے یہ ہے کہ تمام اسلامی فرقوں میں خوارج کا گروہ اس لحاظ سے سب پر فوقیت رکھتا ہے کہ اس نے حدیثیں بہت کم وضع کی ہیں ــــ یہ فرقہ حضرت ابو موسیٰ اشعری اور عمرو بن العاص کی تحکیم کے بعد حضرت علیؓ کا باغی ہو گیا تھا ــــ ان کی کم دروغ گوئی کا سبب یہ ہے کہ یہ لوگ گناہ کبیرہ یا محض گناہ کو کفر متصور کرتے تھے۔ کعبی نے اپنی کتاب "الفرق بین الفرق" میں ان کے اس عقیدہ کی وضاحت کی ہے۔ یہ لوگ کذب وفسق کو حرام سمجھتے تھے اور ان کے اندر تقویٰ بدرجہ اتم موجود تھا، اس کے باوجود اس گروہ کے بعض رؤسا وضع حدیث کے الزام سے محفوظ نہیں رہ سکے، ان کے ایک سردار کا مقولہ عام طور پر منقول اور مروی ہے: "حدیثیں دین کی حیثیت رکھتی ہیں، اس لیے اپنا دین حاصل کرتے وقت چھان پھٹک کر دیکھ لیا کرو

کہ کس سے حاصل کر رہے ہو ، کیونکہ اس سے پہلے جب ہم کسی معاملہ کو اپنی پسند کے مطابق ثابت کرنا یا لوگوں سے منوانا چاہتے تھے ، تو اس کو حدیث کہہ کر پیش کرتے تھے ۔

عبدالرحمٰن مہدی کی رائے یہ ہے کہ حسب ذیل حدیث خوارج اور زنادقہ کی وضع کی ہوئی ہے :-

اذا اتاکم عنی حدیث فاعرضوہ علیٰ کتاب اللہ ، فان وافق کتاب اللہ فانا قلتہ " جب تمہیں میری کوئی حدیث سنائی جائے ، تو تم اسے کتاب اللہ پر پرکھ دیکھ لو ، اگر اس معیار پر پوری اترے تو سمجھ لو کہ وہ میرا قول ہے ۔

خوارج کے بارے میں متقدمین اور متاخرین اہل علم کی تقریباً یہی رائے ہے ، مگر مجھ کو اب تک کوئی ایسی حدیث نہیں ملی ، جس کے بارے میں قطعیت کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہو کہ اس کو کسی خارجی نے وضع کیا ہے ۔ اس موضوع پر میں نے کافی ورق گردانی کی مگر ناکام رہا ۔ رہا وہ واقعہ جو ایک خارجی سردار کے متعلق مذکور ہے ، تو مجھے یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ یہ سردار کون ہے ۔ بعینہٖ اسی طرح کی ایک روایت حماد بن سلمہ سے ایک رافضی سردار کے بارے میں بھی مروی ہے ۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حدیث ایک خارجی کی طرف غلطی سے منسوب ہو گئی ، خصوصاً جبکہ ہمیں ان کی گھڑی ہوئی ایک حدیث بھی نہیں ملتی ۔

عبدالرحمٰن بن مہدی کا یہ کہنا کہ " اذا اتاکم عنی حدیث . . . . . الخ والی حدیث زنادقہ اور خوارج کی گھڑی ہوئی ہے ، اس کا کوئی ثبوت اور دلیل نہیں ، کیونکہ انہوں نے گھڑنے والے کا نام نہیں لیا اور نہ یہ بتایا کہ یہ کب گھڑی گئی ، اس میں شک کی مزید تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ اس حدیث میں خوارج کے ساتھ ساتھ زنادقہ کا لفظ بھی آتا ہے ، اگر اس کو مان لیا جائے ، تو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ خوارج اور زنادقہ نے اس کو گھڑنے پر کیونکر اتفاق کر لیا ، آیا دونوں گروہوں نے یک وقت گھڑا یا ان میں سے کس نے پہل کی ۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ابن مہدی کے علاوہ دوسرے لوگوں نے محض زنادقہ کا ذکر کیا ہے ۔ عون المعبود (۳۲۹/۴) میں مذکور ہے کہ بعض لوگوں کی یہ روایت کہ جب تم میری کوئی حدیث سنو ، تو اس کو قرآن پر پرکھ دیکھ لیا کرو ۔ اگر اس معیار پر پوری اترے ، (باقی صفحہ پر)

(بقیہ سنّتِ رسولؐ)

تو سمجھ لو کہ میرا قول ہے" یہ روایت غلط اور بے بنیاد ہے۔

زکریا ساجی نے یحییٰ بن معین کی روایت اس طرح نقل کی ہے کہ" یہ حدیث زنادقہ کی ایجاد ہے" ان دونوں روایتوں میں خوارج کا کہیں ذکر نہیں ہے، اور بعض لوگ اس حدیث کو مستبعد بھی خیال نہیں کرتے، محض ضعیف قرار دیتے ہیں۔

میری دلی خواہش تھی کہ کوئی علمی دلیل ہاتھ لگے، جس سے اس امر کی تائیدِ حاصل ہو سکے کہ خوارج بھی وضعِ حدیث کا ارتکاب کرتے تھے۔ مگر پوری چھان بین کے باوجود میں نے تمام علمی حقائق کو اس کے برعکس پایا، ان سے کوئی الزام خوارج کے سر پر نہیں آتا، بلکہ ان کی پوزیشن اور زیادہ صاف ہوتی ہے۔ خوارج سے یہ توقع کیسے کی جا سکتی ہے کہ وہ آنحضور کی طرف کوئی غلط بات منسوب کر دیں گے جب کہ وہ گناہِ کبیرہ یا محض گناہ کے ارتکاب کو کفر خیال کرتے تھے اور جھوٹ کبائر میں داخل ہے، مبرد اپنی کتاب کامل (۲/۱۰۶) میں لکھتا ہے کہ" خوارج کے تمام فرقے جھوٹ بولنے اور معصیت کا ارتکاب کرنے والے سے براءۃ کا اور بے تعلقی کا اظہار کرتے تھے، ان کا سوادِ اعظم خالص عربی النسل تھا، یہ لوگ شیعہ سے اس لحاظ سے مختلف تھے کہ ان کے اندر زنادقہ یا نسل پرستوں کے لیے کوئی گنجائش نہ تھی، ان لوگوں میں عبادت کا گہرا جذبہ پایا جاتا تھا، یہ لوگ جاں نثار اور مخلص تھے، مداہنت سے ان کو دور کا بھی واسطہ نہ تھا، اور نہ انہیں فتنہ جوئی کی عادت تھی ـــــ شیعہ گروہ میں یہ تمام خرابیاں موجود تھیں ـــــ جس گروہ کی یہ خصوصیات ہوں اس سے جھوٹ کا صدور ناممکن ہے۔ اگر یہ لوگ آنحضورؐ کی طرف جھوٹ منسوب کرنے کے جواز کے قائل ہوتے، تو لازماً بعد کے خلفاء، امراء اور حجاج بن یوسف اور زیاد بن سمیہ جیسے سرکش حکمرانوں پر بھی اتہام طرازی کرتے، لیکن اس وقت ہمارے پاس جو تاریخی سرمایہ موجود ہے، وہ محض یہ حقیقت پیش کرتا ہے کہ ان لوگوں نے ان حکمرانوں، خلفاء اور امراء کا بڑی جرأت، بے باکی اور سچائی کے ساتھ مقابلہ کیا، اس کے بعد آخر جھوٹ کی کون سی ضرورت باقی رہتی ہے۔

(باقی صفحہ ۱۳۲ پر دیکھیے)

(بقیہ "سنّتِ رسولؐ" از صفحہ ۱۳۱)

اب میں پھر اپنی پہلی بات کی طرف آتا ہوں، یعنی یہ کہ کوئی ٹھوس دلیل ملنی چاہیئے اس بات کی کہ خوارج نے حدیثیں گھڑی ہیں، کم از کم میں اب تک، جیسا کہ پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں، کوئی ایسی دلیل نہیں پا سکا۔ اور ایسا ممکن بھی ہو کیونکہ . . . . امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ: "گمراہ فرقوں میں سب سے زیادہ صحیح حدیث بیان کرنے والے خوارج ہیں۔" امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: "گمراہ لوگوں میں خوارج سے زیادہ سچے اور عادل لوگ نہیں مل سکتے۔" انہی کے بارے میں امام موصوف ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: "یہ لوگ قصداً جھوٹ نہیں بولتے بلکہ سچائی میں مشہور ہیں اور ان کے متعلق عام شہرت یہ ہے کہ یہ لوگ اصدق الحدیث ہیں۔"

یہ وضعِ حدیث کا پہلا سبب تھا، آئندہ ہم دوسرے اسباب سے بھی بحث کریں گے (باقی آئندہ)